ماوردیؒ کے سیاسی افکار پر
اسلامی نظریہ ضرورت کے اثرات

چوہدری محمد شریف*

نوٹ :۔ ان صفحات میں ہم ماوردیؒ کے سیاسی افکار پر اسلامی نظریہ ضرورت کے اثرات کا جائزہ ان کی کتاب الاحکام السلطانیہ کی روشنی میں لیں گے۔

ضرورت کی تعریف و توضیح

ضرورت، ضرر سے اسم ہے۔ اس کا مادہ "ض ر ر" ہے۔ اس کے لفظی معنی نقصان کے ہیں۔ اس کا تعلق چاہے انسان کے نفس سے ہو چاہے بدن سے۔(۱)

اس کا ایک معنی مجبوری بھی ہے۔ اس مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہ مجبوری جو کسی خارجی سبب کی بنا پر ہو مثلاً کسی دوسرے شخص کی کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کی دھمکی اور دوسری وہ مجبوری جو کسی داخلی سبب سے ہو مثلاً کوئی ایسا جذبہ جس کے تحت کوئی ایسا کام کیا جائے جس کے نہ کرنے پر جان جانے کا خطرہ ہو۔(۲)

اضطرار بھی ضرر سے مشتق ہے اور افتعال کے وزن پر مصدر ہے(۳) اضطر کا لفظ ضرر کے مادہ سے ہے۔ محتاج شخص کو بھی مجازاً" مضطر کہا جاتا ہے۔ اضطرار کی حالت میں تحریم زائل ہوجاتی ہے اور یہ حالت ضرورت ہوتی ہے۔(۴)

مجبوری کی حالت میں ایسی حد تک پہنچنا ضرورت ہے کہ اگر مضطر ممنوع چیز کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہوجائے یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچ جائے۔ ضرورت کی یہ حالت حرام کو مباح کر دیتی ہے۔(۵)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

مختلف علماء کی طرف سے پیش کردہ ضرورت کے درج بالا لغوی اور اصطلاحی مفہوم سے پتہ چلتا ہے کہ ضرورت کی بنیاد ضرر ہے اور یہ ایک ایسی کیفیت ہے جس میں اگر کوئی انسان مبتلا ہو جائے تو شریعت اسلامیہ اس کے ضرر کو دور کرنے یا کم کرنے کا مداوا پیش کرتی ہے۔ تاکہ انسانی جان کو محفوظ و مامون کیا جائے خواہ اس کے لیے ممنوعات کو مباح ٹھہرانا پڑے۔ اسی کو حالت ضرورت کہا جاتا ہے۔

حالت ضرورت کے اصول

فقہاء نے حالت ضرورت کو رفع کرنے کے لیے جو اصول قرآن و حدیث سے مستنبط کیے ہیں ان میں دو بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ الضرر یزال[٦]: ضرر کو دور کیا جانا چاہیے۔

۲۔ الضرورات تبیح المخظورات[٧]: ضرورتیں ممنوع امور کو مباح قرار دیتی ہیں۔

حالت ضرورت کی شرائط

اسلام نے حالت ضرورت میں ممنوع اشیاء کو بلا قید اور لامحدود طور پر مباح قرار نہیں دیا بلکہ اس کے لیے کئی ایک شرائط عائد کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

پہلی شرط: حالت ضرورت کی سب سے پہلی شرط تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمادی ہے:

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ[٨]

پس جو شخص مجبور ہو نہ تو وہ باغی ہو اور نہ حد سے نکلنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

قرآن مجید میں اگرچہ یہ شرط بھوک کی حالت میں حرام شے کے استعمال کی اجازت دینے سے متعلق ہے مگر یہ شرط ہر قسم کی حالت ضرورت کے لیے بھی یکساں طور پر عائد ہوتی ہے۔

''غیر باغ'' سے مراد یہ ہے کہ مضطر شخص ممنوعہ شے کو استعمال کرتے وقت یہ نہ سمجھے کہ یہ اس کے لیے مستقلاً حلال ہے۔ بلکہ وہ اس کی اباحت کو بھی عارضی خیال کرے۔ ''ولا عاد'' سے مراد یہ ہے کہ مضطر شخص ممنوعہ شے کو صرف اتنا ہی استعمال میں لائے جس سے اس کی جان بچ جائے وہ نہ تو اسے زائد مقدار میں استعمال کرے نہ زائد عرصے کے لیے۔[٩]

غیر باغ ولا عاد کے مفہوم کو قرآن میں ایک موقع پر یوں بیان کیا گیا ہے:

فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لا ثم[9]

پس جو کوئی بھوک سے مضطر ہو جائے جبکہ وہ گناہ کی طرف نہ جھکنے والا ہو۔

قرآن کی مذکورہ آیات میں جن چیزوں (مثلاً میتہ، دم، لحم خنزیر اور ما اھل به لغیر الله کو حرام قرار دینے کے بعد ایک حکم استثنائی مذکور ہے۔ اسی حکم پر قیاس کر کے حالت اضطرار میں بطور دوا حرام چیز کے استعمال کا حکم بھی تلاش کیا جاسکتا ہے۔

جس شخص کی جان خطرے میں ہو وہ جان بچانے کے لیے بطور دوا حرام چیز استعمال کر سکتا ہے مگر اس کے لیے بھی چند شرطیں عائد کی جاتی ہیں۔

الف۔ حالت اضطراری ہو یعنی جان جانے کا خطرہ ہو۔

ب۔ بجز حرام چیز کے اور کوئی چیز علاج کے لیے موثر نہ ہو یا موجود نہ ہو۔

ج۔ حرام چیز کے استعمال سے مضطر کی جان بچ جانے کا غالب امکان ہو۔

اگر کوئی حرام دوا ایسی ہے جس کا استعمال اگرچہ مفید ہوگا مگر اس سے شفا کے حصول کا غالب امکان نہ ہو تو ایسی حرام دوا کا استعمال آیات مذکورہ کے استثنائی حکم میں داخل ہو کر جائز نہیں ہوگا۔[10]

دوسری شرط: ما ابیح للضرورة یقدر بقدرها[11] جو چیز ضرورت کی وجہ سے مباح ہوتی ہے اس کا اندازہ اس کی مقدار سے لگایا جاتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ممنوعہ شے صرف اس حد تک استعمال کرنے کی اجازت ہے جس حد تک اس کی ضرورت ہے۔ اس شرط کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ پیغام نکاح کے لیے فریقین (مرد و زن) کا ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھنا جائز ہے۔

۲۔ مقروض کا مال جبراً فروخت کرنا اس حد تک مباح ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو سکے۔

۳۔ معاہدات کے وقت عورت کو صرف اس وقت گواہ بنایا جاسکتا ہے جب مرد میسر نہ ہو۔

۴۔ صرف شدید بھوک دور کرنے یا شدید پیاس بجھانے کے لیے اگر کوئی ممنوع چیز استعمال کرنا ناگزیز ہو تو صرف اسی قدر استعمال کرنے کی اجازت ہے جس سے بھوک یا پیاس میں کمی واقع ہو جائے اور مضطر کی جان بچ جائے۔

۵۔ صرف حالت سفر میں (مسلمان گواہ میسر نہ آنے پر) مسلمان پر غیر مسلم کی شہادت جائز ہے۔

۶۔ کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کا بیان صرف اس حد تک جائز ہے جس حد تک

اس کی ضرورت ہو، مثلاً اس کے ارتکاب ظلم کی شکایت کرنا۔

تیسری شرط: ما جاز بعذر بطل بزوالہ[۱۲]

جو چیز کسی عذر کی وجہ سے جائز ہوتی ہے عذر ختم ہونے پر وہ چیز باطل ہوجاتی ہے۔

اس سے مراد ہے کہ حالت ضرورت ختم ہونے پر عارضی مباح شے دوبارہ ممنوع قرار پائے گی۔ مثلاً

۱۔ پانی نہ ملنے پر تیمم کرنا جائز ہے مگر پانی میسر آتے ہی، تیمم جائز نہ رہے گا۔

۲۔ حالت سفر ختم ہوتے ہی قصر نماز جائز نہ رہے گی۔

۳۔ اگر گواہ عدالت میں خود حاضر ہوجائے تو اس کی طرف سے شہادت علی الشہادت جائز نہیں۔

۴۔ حالت سفر ختم ہونے پر مسلمان پر غیر مسلم کی شہادت لینا موقوف ہوجائے گا۔

۵۔ مرد کے میسر آنے پر عورت کی گواہی موقوف ہوجائے گی۔

چوتھی شرط: الاضطرار لا یبطل حق الغیر[۱۳]

۔ اضطرار حق غیر کو باطل نہیں کرتا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک مضطر، حالت اضطرار سے نکلنے کے لیے غیر مضطر کو نقصان پہنچائے تو یہ اس کے لیے جائز نہیں۔ اس طرح نقصان پہنچانے پر مضطر، ضرر کا ذمہ دار ہوگا اور اس سے اس ضرر کا تاوان لیا جائے گا۔

اس طرح اگر ایک مضطر بھوکا ہے تو وہ دوسرے بھوکے مضطر کے کھانے سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کھا سکتا۔

اب "الاحکام السلطانیہ" کی روشنی میں الماوردی کے سیاسی افکار پر نظریہ ضرورت کے اثرت کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ماوردی اور الاحکام السلطانیہ کا مختصر تعارف

ماوردی (م ۴۵۰ھ) کے فکر پر نظریہ ضرورت کے اثرات کا مطالعہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ماوردی کے زمانے کے سیاسی حالات کا مختصر سا جائزہ لیا جائے تاکہ معلوم ہوسکے کہ ماوردی حالات کے کس تناظر میں اپنے سیاسی افکار پیش کرتے ہیں

ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی عراق میں پیدا ہوئے۔ کوفہ، بصرہ اور بغداد میں تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد بغداد اور کوفہ میں بطور معلم ملازت اختیار کرلی۔ بعد میں انہیں ان

کی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے نیشاپور میں قاضی مقرر کیا گیا۔

ان دنوں بغداد پر آل بویہ کا قبضہ تھا اور عباسی خلفاء بالکل مسلوب الاختیار تھے۔ اقتدار کے اصل مالک سلاطین تھے البتہ خلفاء کا نام جمعہ کے خطبوں میں پڑھا جاتا تھا اور سلاطین و امراء ان سے اپنے لیے القاب و خطابات حاصل کیا کرتے تھے۔ ایسے حالات میں ماوردی جیسے سیاسی مفکر کی یہ کوشش تھی کہ خلیفہ کی بالادستی پھر سے قائم ہوجائے اور خلیفہ کا انتخاب شوریٰ کے ذریعے کیا جائے۔(۱۴)

ماوردی بنیادی طور پر ایک فقیہہ تھے۔ انہوں نے سیاست' تفسیر اور قضاء کے بارے میں کتب تصنیف کی ہیں جن میں سب سے زیادہ شہرت ان کی کتاب "الاحکام السلطانیہ" کو نصیب ہوئی۔ تقریباً" ایک ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی یہ کتاب علم سیاسیات میں ایک مشہور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب بیس (۲۰) ابواب پر مشتمل ہے جن میں امامت (خلافت)' وزارت' امارت' سپہ سالاری' پولیس' قضاء' امامت الصلوۃ' خراج' ملکی تقسیم' اراضیات اور تعزیرات زیادہ اہم ہیں۔

سیاسی فکر میں اس کتاب کی کلیدی حیثیت ہی کی وجہ سے ماوردی کا نام ایک سیاسی مفکر کے طور پر مشہور ہے۔

مقالہ کی تحدید کے حوالے سے ذیل میں امامت' امارت اور قضاء کے بارے میں صرف ان پہلوؤں پر بحث کی جائے گی جن میں ماوردی نظریہ ضرورت سے متاثر نظر آتے ہیں۔

امامت

امامت' نبوت کی جانشینی ہے تاکہ دین کی حفاظت ہو اور دنیا کی سیاست برقرار رہے۔ اس لیے ماوردی نے اپنی کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں سب سے پہلے امامت پر ہی بحث کی ہے۔

تقرر امام کے زیادہ حقدار لوگ

اس بارے میں ماوردی کے بیان کا مفہوم یہ ہے:

"امام کے فوت ہوجانے پر جو لوگ امام کے شہر میں سکونت پذیر ہوں انہیں عام طور پر امام کے تقرر کا زیادہ حق ہوتا ہے اگرچہ اس کا شرعی جواز موجود نہیں تاہم یہ حق انہیں رسماً" حاصل ہوگیا ہے اور اس کے جواز کی کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی"(۱۵)

سربراہ مملکت کا عہدہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے حد اہم ہے۔ اس کے بغیر مملکت سے

امور سرانجام نہیں پاسکتے اس لیے امام (سربراہ مملکت) کا تقرر فوری طور پر ہونا چاہئے۔ ماوردی کے نزدیک پہلے امام کے فوت ہوجانے پر دوسرے امام کا تقرر یا انتخاب کرنے کے بارے میں کسی شرعی جواز کے بغیر سابق امام کے شہر کے لوگ زیادہ حقدار ہیں۔

ماوردی اس کی دو وجوہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ نئے امام کے فوری انتخاب کے لیے سابق امام کے شہر کے لوگوں کا باہمی رابطہ آسان ہوتا ہے۔

۲۔ دیگر شہروں کی نسبت صائب الرائے لوگوں کی تعداد عام طور پر امام کے شہر میں زیادہ ہوتی ہے۔

تقرر امام اور ملکی حالات

امام کا تقرر یا انتخاب ملک کے اندرونی اور بیرونی حالات کے مطابق کیا جانا چاہئے۔ اس بارے میں ماوردی کا بیان ہے:

"اگر دو صاحبوں میں سے ایک زیادہ عالم اور دوسرا زیادہ شجاع ہو تو اس صورت میں ضرورت وقتی کا لحاظ کیا جائے گا۔ اگر بغاوتوں کی اشاعت اور سرحدوں کی حفاظت کی وجہ سے شجاعت کی ضرورت داعی ہوگی تو جو زیادہ شجاع ہے، اسے ترجیح دی جائے گی۔ اگر امن و امان ہو اور اہل بدعت ظاہر ہو رہے ہوں تو ایسی صورت میں علم کی زیادہ ضرورت ہوگی اور جو زیادہ عالم ہوگا، اسے اپنے مدمقابل پر ترجیح دی جائے گی" (۱۶)

بہترین شخص کی امامت کا مسئلہ

ماوردی کا کہنا ہے کہ اگر اہل اختیار نے کسی ایک شخص کو جو ان کے نزدیک ساری قوم میں سے بہترین تھا، امام بنا لیا، مگر اس کی بیعت کے بعد ایک ایسا شخص ظاہر ہوا جو امام سے برتر ہے، تو اس صورت میں امامت کے لیے اس کی بیعت نافذ رہے گی۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ امامت اس سے چھین کر دوسرے شخص کے سپرد کردی جائے۔ (۱۷)

ماوردی کے مطابق اس کی مثال قاضی کے تقرر کی ہے کیونکہ ایک افضل شخص کے ہوتے ہوئے کمتر درجے کے شخص کی قضاء جائز ہے۔ (۱۸)

اہل الرائے کا تقرر

ماوردی کا کہنا ہے:

"خلیفہ کے لیے جائز ہے کہ وہ ارباب اختیار کو بھی خود ہی مقرر کردے۔"(۳)

ماوردی کے مطابق یہ بات اس (امام) کے منصب خلافت کے حقوق میں سے ہے کیونکہ حضرت عمرؓ (م ۲۴ھ) نے اہل الرائے کا تقرر خود ہی کیا تھا جنہوں نے حضرت عثمانؓ (م ۳۵ھ) کا انتخاب کیا تھا۔

عزل حاکم

ماوردی نے عزل حاکم کے بارے میں طویل بحث کی ہے اگرچہ وہ سربراہ کو ہرلحاظ سے موزوں دیکھنا چاہتے ہیں مگر وہ اس بات کی بھی تلقین کرتے ہیں کہ امام کو صرف اسی وقت معزول کیا جائے جب یہ ناگزیر ہوجائے۔ وہ عزل حاکم کے لیے درج ذیل اصول بیان کرتے ہیں:

۱۔ اگر امام کے اخلاق و عادات میں نقص واقع ہوجائے تو اسے معزول کردیا جائے۔

اخلاق و عادت میں نقص کا یہ مطلب ہے کہ امام ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب کرے مثلاً وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے بری باتیں کہے یا برے افعال کرے تو وہ امام نہیں رہ سکتا۔ ممنوعات کا ارتکاب کرنے کے بعد اگر اس نے اپنی حالت کو درست کرلیا تو اس کی امامت اس وقت تک بحال نہ ہوگی جب تک اس کے لیے تجدید بیعت نہ کی جائے۔

اگر امام کے نظریات یا عقائد میں ایسا نقص پیدا ہوجائے جو عقائد اسلام کے خلاف ہو تب بھی اس کی امامت باقی نہ رہے گی۔(۲۰)

۲۔ اگر امام کے بدن میں کوئی ایسا نقص پیدا ہوجائے جو انعقاد امامت اور استقرار امامت دونوں کے لیے مانع ہو تو اس کی امامت باطل ہوجائے گی مثلاً:

۱۔ زائل بصارت

۲۔ جنون

۳۔ بہرا پن

۴۔ گونگا پن

ماوردی کا کہنا ہے کہ اگر یہ تمام نقائص عارضی ہوں یا معمولی نوعیت کے ہوں تو امامت زائل نہ ہوگی۔(۲۱)

۳۔ انعقاد امامت کے بعد اگر امام میں کوئی ایسا نقص پیدا ہوجائے جو محض ظاہری بدنمائی ہو

مثلاً کان کٹ جانا' یا ناک کا کٹ جانا وغیرہ اور یہ نقص فرائض کی بجاآوری میں مخل نہ ہو تو امام کی امامت برقرار رہے گی جب تک کہ اس کا رعب و داب قائم رہے۔ اگر ان خرابیوں کی وجہ سے وہ لوگوں کی نکتہ چینی اور مذاق کا شکار ہوجائے یا لوگ اس کے ظاہری نقص کی وجہ سے اس سے نفرت کا اظہار کریں تو ان صورتوں میں امام کو معزول کردیا جائے گا۔(۲۲)

۴۔ فرائض کی بجاآوری میں نقص پیدا ہونے پر امام کو معزول کردیا جائے گا لیکن اگر امام کے مشیروں اور مددگاروں میں سے کوئی شخص اس پر اتنا حاوی ہوجائے کہ امام خود احکام نافذ نہ کرسکے اور نہ ہی ان پر عمل درآمد کراسکے تو اس صورت میں اس کی آئینی حکومت میں کوئی حرج واقع نہ ہوگا۔(۲۳)

۵۔ کسی مجبوری کی وجہ سے اگر امام غیرمسلم دشمن کے ہاں قید ہوجائے تو ساری قوم کو اس کی رہائی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اگر لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہوجائیں تو اس کی امامت برقرار رہے گی اگر لوگ اس کی رہائی سے مایوس ہوجائیں تو اس کی امامت زائل ہوجائے گی۔ مسلمان باغیوں کے ہاں قید ہوجانے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔(۲۴)

ولی عہدی

جانشینی کو ولی عہدی اور جانشین کو ولی عہد کہا جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ولی عہدی کا عہدہ تقاضائے حالات کے تحت تاریخ اسلام میں ایک مستقل حیثیت اختیار کرگیا۔ ولی عہد کا تقرر عام طور پر امام یا خلیفہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا۔ خلیفہ عموماً" ایسے شخص کو جانشین مقرر کرتا جو عامتہ الناس کے لیے قابل قبول ہوتا تاکہ امت ولی عہد کے غلط تقرر پر باہمی افتراق کا شکار نہ ہوجائے۔

اب ولی عہدی کے بارے میں ماوردی کا نقطہ نظر پیش کیا جاتا ہے۔

امام سابق کی طرف سے تقرر

اسلام میں ولی عہدی کے لیے کسی ایک اصول پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ حالات کے مطابق جس طرح موزوں ہو اسی طرح ولی عہد کو مقرر کیا جانا چاہئے۔ سابق امام کی طرف سے ولی عہد کے تقرر کا طریقہ تاریخ اسلام میں بہت زیادہ مروج رہا ہے۔ اس بارے میں ماوردی کے بیان کا مفہوم یہ ہے۔

اگر امام سابق کسی شخص کو اپنا جانشین مقرر کردے تو یہ جائز ہے۔(۲۵)
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (م ۲۴ھ) کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

رشتہ داروں کے لیے عہد بیعت

ماوردی اس بات کو بہتر خیال کرتے ہیں کہ امام کسی غیر رشتہ دار موزوں شخص کو ولی عہد مقرر کرے۔ البتہ رشتہ داروں کے علاوہ کوئی موزوں شخص نہ ملے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے باپ یا بیٹے کو ولی عہد مقرر کردے اس بارہ میں ماوردی کے اقوال درج ذیل ہیں :

۱۔ امام کا اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس نے اس بارے میں اہل حل و عقد سے مشورہ کرلیا ہو اور انہوں نے بھی اس کی اہلیت پرکھ کر اس پر رضامندی ظاہر کردی ہو۔
۲۔ اگر امام اہل حل و عقد سے مشورہ کیے بغیر اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کردے تو اس پر جانب داری کا الزام عائد ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ بغیر مشورے کے باپ کو ولی عہد مقرر کردے تو اس پر جانب داری کا الزام عائد نہ ہوگا۔ کیونکہ انسان کا یہ فطری خاصہ ہے کہ اس کی طبیعت باپ کے مقابلے میں بیٹے کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ حاصل کرتا ہے اس کا بیشتر حصہ اپنے بیٹے کے لیے جمع کرتا ہے نہ کہ اپنے باپ کے لیے۔
۳۔ اگر امام کی امامت پر کسی خیانت کا اتہام نہیں لگایا گیا تو وہ اپنے باپ یا بیٹے کو ولی عہد مقرر کرسکتا ہے چاہے وہ اہل حل و عقد سے اس بارے میں مشورہ نہ بھی کرے۔ اس صورت میں لوگوں پر لازم ہے کہ اس کے حکم کی پیروی کریں۔
۴۔ امام کا اپنے بھائی' عزیز یا رشتہ دار کو اپنا ولی عہد بنانا اسی طرح جائز ہے جس طرح کسی غیر کو۔(۲۶)

ایک سے زائد ولی عہدوں کا تقرر

ماوردی کا کہنا ہے :
"اگر خلیفہ نے اپنے دو یا زیادہ جانشین نامزد کیے' ان میں ترتیب قائم کردی اور کہہ دیا کہ میرے بعد پہلے فلاں ہو' اگر وہ مرجائے تو اس کے بعد فلاں' اگر وہ بھی مرجائے تو پھر فلاں ہو' تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے۔"(۲۷)

ایک ہی وقت میں ایک سے زائد ولی عہدوں کا تقرر خالصتاً" نظریہ ضرورت کے تحت ہے۔ ایسے تقرر میں خلیفہ کے پیش نظر امت مسلمہ کی بہتری کا پہلو ہوتا ہے تاکہ ایک ولی عہد کے

مرنے کے بعد لوگ بغیر کسی تردد کے پہلے سے نامزد ولی عہد کی بیعت کرلیں اور باہمی افتراق کا شکار نہ ہوں۔

ماوردی بیان کرتے ہیں کہ اس قسم کا تقرر خود نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا تھا۔ جب سریہ موتہ پر آپؐ نے زیدؓ بن حارثہ (م ۸ھ) کو اپنا قائم مقام بنایا اور فرمایا "اگر وہ شہید ہوجائیں تو پھر جعفرؓ بن ابی طالب (م ۸ ھ) امیر جیش ہوں گے۔ اگر وہ شہید ہوجائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ (م ۸ھ) ان کی جگہ پر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو پھر مسلمان جسے چاہیں اپنا امیر بنالیں۔"(۲۸)

بنی امیہ اور بنی عباس کے ادوار میں ایسے کیا گیا ہے۔

ولی عہد کی تنسیخ

اس بارے میں ماوردی کے بیان کا مفہوم یہ ہے:

اگر خلیفہ فوت ہوجائے تو اس کا پہلا نامزد ولی عہد لوگوں کا خلیفہ بن جائے گا۔ اب اگر موجودہ خلیفہ پہلے خلیفہ کے نامزد دوسرے ولی عہد کو ولی عہد سے ہٹا کر نیا ولی عہد مقرر کردے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے۔"(۲۹)

اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے کہ پہلے خلیفہ کا دوسرا نامزد ولی عہد نئے پیش آمدہ حالات کے مطابق موزوں ترین شخص نہ ہو اور اس سے پسندیدہ تر یا موزوں تر آدمی اگر موجود ہو تو موجودہ خلیفہ اس دوسرے ولی عہد کو معزول کرکے نئے حالات کے مطابق نیا ولی عہد مقرر کرسکتا ہے۔

وزارت

وزیر کے تقرر کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے ماوردی کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔ جب موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ قولہ تعالیٰ:

واجعل لی وزیراً من اھلی ھرون اخی اشدد بہ ازری و اشرکہ فی امری(۳۰)

اے رب میرے خاندان سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اس کی مدد سے میری کمر کو مضبوط فرما اور میرے کام میں اسے شریک فرما۔

ماوردی بیان کرتے ہیں:

"جب نبوت میں وزارت جائز ہے تو امامت میں بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔"

ماوردی وزیر کے وجود کی ضرورت کو مزید بیان کرتے ہیں:

تدبیر حکومت میں ایک شخص کا اور شریک ہوجانا شخص واحد کے مقابلے میں زیادہ

مفید ہے کیونکہ اس صورت میں امام اپنے وزیر سے معاملات ملکی میں امداد اور مشورہ لیتا رہے گا او اس طرح غلطیوں اور لغزشوں سے زیادہ محفوظ رہے گا۔"(۳۱)

خصائص وزیر

وزیر عقل مند اور صاحب الرائے ہونا چاہئے۔ اس ضمن میں ماوردی عباسی خلیفہ مامون (م ۲۱۸ھ) کا قول بیان کرتے ہیں :

میں اپنی حکومت کے امور ایک ایسے شخص کے سپرد کرنا چاہتا ہوں جس میں تمام خوبیاں موجود ہوں' وہ عفیف اور وضع دار ہو' مہذب و تجربہ کار ہو' اسرار حکومت کا امین ہو' مشکل سے مشکل کاموں میں مستعد ہو' جس کے سکوت سے حلم اور گفتگو سے علم نمایاں ہو' صرف آنکھ کے اشارے سے وہ بات سمجھ جائے اور ایک لمحے کی مدت ہی اس کے لیے کافی ہو' اس میں امراء کا سا دبدبہ' حکماء کی سی دور اندیشی' علماء کی سی تواضع اور فقہاء کی سی سمجھ ہو۔ اگر اس پر احسان کیا جائے تو وہ ممنون ہو۔ اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو صبر کرے۔ وہ آج کے فائدے کو کل کے نقصان کی وجہ سے ضائع نہ کردے۔ وہ اپنی چرب زبانی اور فصاحت سے قلوب کو موہ لے۔"(۳۲)

ماوردی کے مطابق ان تمام خوبیوں کا مالک وزیر میسر آنا مشکل ہے۔ اس لیے وہ بیان کرتے ہیں:

"اگر ان شرائط (خوبیوں) میں کمی ہوگی تو اسی نسبت سے انتظام حکومت میں خلل واقع ہوگا۔"(۳۳)

وزارت کی اقسام

ماوردی وزارت کی دو اقسام بیان کرتے ہیں :

وزارت تفویض

وزارت تنفیذ

وزیر تفویض کے اختیارات و فرائض

وزیر تفویض امام کا نائب اور امام کی طرف سے لوگوں کا حاکم ہوتا ہے۔ وزیر تفویض خود ہی احکام نافذ کرسکتا ہے اور حکام کا تقرر کرسکتا ہے۔ وہ فوجداری مقدمات کی سماعت

بھی کر سکتا ہے یا ایسا کرنے کے لیے اپنے نائب مقرر کرسکتا ہے۔ وہ خود جہاد کے لیے جاسکتا ہے یا جہاد پر بھیجنے کے لیے اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے۔

وہ ملکی مفاد سے متعلق تمام امور کو نافذ کر سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کے فیصلوں کا احترام کرے اور اگر امام اس کے کسی فیصلے یا نفاذ کو بدل دے تو وہ اس تبدیلی کو تسلیم کر لے۔

وزیر تفویض کو مدارالمہام بھی کہا جاتا ہے۔ خلیفہ کے مقررکردہ عہدہ داروں کو وزیر تفویض ان کے عہدوں سے علیحدہ نہیں کرسکتا۔ (۳۴)

وزیر تنفیذ کے اختیارات و فرائض

وزیرتنفیذ، وزیر تفویض کا ماتحت ہوتا ہے اس لیے اس کے اختیارات بھی کم ہوتے ہیں۔ اس کی کارکردگی امام کی رائے اور تدبیر پر موقوف ہے۔

وزیرتنفیذ کا فرض ہے کہ امام جو ہدایات اور احکام دے وہ انہیں بجا لائے۔ وہ دوسرے عہدہ داروں کے تقرر، فوجوں کی تیاری، واقعات حاضرہ اور واقعات فاجعہ سے امام کو مطلع کرے اور ان کے بارے میں امام سے احکام حاصل کر کے انہیں جاری کرے۔ (۳۵)

دیگر مباحث

تقرر وزیر سے متعلق ماوردی کے مزید افکار درج ذیل ہیں:

۱۔ کوئی عورت وزیر کے منصب پر فائز نہیں ہوسکتی۔ (۳۶)

۲۔ ایک ذمی وزیر تنفیذ ہوسکتا ہے مگر وزیر تفویض نہیں ہوسکتا۔ (۳۷)

۳۔ اگر خلیفہ نے انتظام ممالک انہی والیوں کے سپرد کردیا جو ممالک پر غالب اور متصرف ہوگئے تو ہر ملک کے حکمران کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ خود وزیر مقرر کرلے۔ (۳۸)

امارت

ماوردی کے زمانے میں بغداد پر آل بویہ کا قبضہ تھا۔ خلفاء امراء کے سامنے بے بس اور کمزور تھے۔ اس لیے ماوردی، امارت کے بارے میں اپنے زمانے کے حالات سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے افکار و نظریات درج ذیل ہیں۔

ماوردی سلطان کو امیر کا نام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک امیر یا سلطان دو قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ امیر بالاستکفاء
۲۔ امیر بالاستیلاء

امیر بالاستکفاء

امیر بالاستکفاء ایسا امیر ہے جسے امام یا خلیفہ اپنی طرف سے کسی خاص علاقے کا سربراہ مقرر کرتا ہے۔ وہ خلیفہ کا نائب ہوتا ہے۔ اس کے اختیارات وزیر تفویض یا مدارالمہام سے کم ہوتے ہیں البتہ وہ وزیر تنفیذ مقرر کرسکتا ہے۔ ایسے امیر کو فوج کے اخراجات میں اضافے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں، فوری ضرورت پڑنے پر یا ناگزیر حالات میں وہ فوج کے اخراجات بڑھا سکتا ہے اور اس کے لیے اسے امام سے پیشگی اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ طویل عرصے کے لیے اخراجات میں اضافہ کرنے یا دشمن سے جنگ کرنے کے لیے اسے امام سے پیشگی اجازت حاصل کرنا ہوگی۔

اگر امیر کا تقرر خود امام کرے تو امام کی موت سے امیر معزول نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس کا تقرر وزیر کی طرف سے ہو تو وزیر کی موت سے وہ امیر ازخود معزول ہوجائے گا۔ ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ خلیفہ کی طرف سے تقرر تمام مسلمانوں کی نیابت ہے جبکہ وزیر کی طرف سے تقرر صرف اس وزیر کی ذات کی نیابت ہے۔[۳۸]

امیر بالاستیلاء

اگر کوئی شخص کسی علاقے پر فوجی و سیاسی برتری حاصل کرلے تو امام اس علاقے پر اس کی امارت کو تسلیم کرکے اسے تمام انتظامی و سیاسی اختیارات تفویض کردے گا۔ اس صورت میں امیر مستقل حکمران ہوگا اور اسے امیر بالاستیلا کہا جائے گا۔

ماوردی کے زمانے میں کئی ایسے حکمران تھے جو مختلف علاقوں پر فوجی غلبہ حاصل کر چکے تھے اور انہوں نے خلیفہ وقت سے اپنے لیے امارت کا فرمان حاصل کرلیا تھا۔ خلیفہ کی طرف سے ان کی امارت کو تسلیم کرلینا "بالصتا" نظریہ ضرورت کے تحت تھا ورنہ چاہئے تو یہ تھا کہ خلیفہ کی طرف سے اس علاقے پر لشکرکشی کرکے اس امیر کی امارت کو ختم کردیا جاتا اور اس کی جگہ خلیفہ کی طرف سے نیا امیر مقرر کیا جاتا مگر ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اس کی دو

بڑی وجوہ تھیں۔

۱۔ فوجی و سیاسی لحاظ سے خلیفہ امیر کی نسبت کمزور ہوتا۔

۲۔ عامتہ الناس کی خون ریزی سے گریز کیا جاتا۔

امارت بالاستیلاء کے مقاصد

امیر بالاستیلا کے وجود کو تسلیم کرلیا جاتا تاکہ:

۱۔ ناجائز اور بے ضابطہ امارت جائز اور باضابطہ ہوجائے۔

۲۔ احکام دینیہ کے نفاذ میں رکاوٹ نہ پڑے (۳۹)

چونکہ امیر بالاستیلاء کو تسلیم کرنا اضطراری حوالے سے ہوتا ہے اس لیے ایسے اضطرار کی شرائط اختیار کی شرائط سے جدا ہوتی ہیں۔

امیر بالاستیلا کی حیثیت

امیر بالاستیلا کی حیثیت دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ اگر امیر بالاستیلا میں امیر بالاستکفاء کی شرائط بھی پائی جائیں تو اسے قطعی طور پر امارت کی اجازت دی جائے گی تاکہ وہ خلیفہ کی اطاعت کا دم بھرتا رہے اور مخالفت و عداوت پر آمادہ نہ ہو۔ خلیفہ کی طرف سے امارت کی اجازت ملنے پر دینی حقوق اور احکام امت میں امیر کے تصرفات جائز سمجھے جائیں گے۔ اس کے وزیر نائب کے تقرر کے احکام وہی ہوں گے جو خلیفہ کے وزیر و نائب کے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اعانت کے لیے وزیر تفویض و تنفیذ مقرر کر سکے گا۔ (۴۰)

۲۔ اگر امیر بالاستیلا میں شرائط امیر بالاستکفاء موجود نہ ہوں تو بھی خلیفہ اس کی امارت تسلیم کرنے کا مجاز ہے تاکہ امیر وفادار رہے اور اسے عداوت و مخالفت کا موقع نہ ملے مگر احکام و حقوق میں اس کے تصرفات اس وقت تک موقوف و غیر موثر رہیں گے جب تک کہ خلیفہ ایسے شخص کو اس کا نائب نہ بنا دے جس میں تمام شرائط امارت موجود ہوں۔ نائب کے کامل الشرائط ہونے سے وہ کوتاہی پوری ہوجائے گی جو خود امیر میں پائی جاتی ہے۔ اس طرح منصب حکومت تو امیر کو حاصل ہوگا اور نفاذ احکام بھی نائب کی طرف سے ہوگا۔ یہ صورت اگرچہ اصول پر مبنی نہیں ہے مگر دو وجوہ سے جائز ہے۔

۱۔ ضرورت کی وجہ سے قدرت کی غیر موجود شرطیں ساقط ہوجاتی ہیں۔

۲۔ مصالح عامہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ کم ہوجاتا ہے۔[۴۱]

یہاں ماوردی بیان نہیں کرتے کہ دوسری قسم کا امیر بالاستیلا اگر خلیفہ کے مقرر کردہ نائب کو اختیارات کے تصرف کی اجازت نہیں دیتا تو اس صورت میں خلیفہ اس امیر کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھے گا۔

قضاء

قاضی کے تقرر کے بارے میں بڑا اصولی اور سخت رویہ اختیار کرتے ہیں اور اس ضمن میں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظریہ ضرورت سے بہت کم متاثر ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ وہ خود ایک لمبے عرصے تک قاضی اور قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔

قضاء کے بارے میں ماوردی نے بڑی طویل بحثیں کی ہیں۔ ذیل میں صرف انہی مباحث کو پیش کیا جاتا ہے جن میں وہ نظریہ ضرورت سے متاثر نظر آتے ہیں۔

عورت کی قضاء

ماوردی عورت کی قضا کو جائز قرار نہیں دیتے البتہ وہ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں:

"جن معاملات میں عورت کی شہادت جائز ہے ان میں عورت کی قضاء بھی جائز ہے۔"[۴۲]

ماوردی' امام ابوحنیفہ کے اس قول کو غلط بھی قرار نہیں دیتے یوں وہ بالواسطہ عورت کی قضاء کے قائل ہوگئے ہیں۔

کافر کی قضاء

ماوردی کافر کو قاضی مقرر کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ کافر کے قاضی بنانے کے بارے میں وہ امام ابو حنیفہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"کافر اپنے ہم مذہبوں کا قاضی بن سکتا ہے۔"[۴۳]

ماوردی اس بارے میں کہتے ہیں:

"یہ صورت اگرچہ اس وجہ سے مروج ہے کہ اکثر سلاطین امام موصوف کے مقلد ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ کافروں کو قاضی و حاکم بنا دیا جائے بلکہ انہیں مہتر و سردار مقرر کیا جاتا ہے۔"[۴۴]

ماوردی اگرچہ امام موصوف کے قول کی تائید نہیں کرتے مگر وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اگر کافر عوام اپنے مقدمات مسلمانوں کی عدالت میں لے جائیں تو یہ قابل ترجیح ہے اور انہیں مجبور نہ

کیا جائے کہ وہ اپنے مقدمات صرف اپنے ہم مذہب قاضی ہی کے پاس لے جائیں۔ اس طرح ماوردی بالواسطہ طور پر کافر قاضی کے تقرر کو یکسر مسترد بھی نہیں کرتے۔

امام اور قاضی کامختلف المذہب ہونا

ماوردی بیان کرتے ہیں:

"شافعی المذہب (امام) حنفی (قاضی) کو عہدہ قضاء پر مامور کرسکتا ہے۔ اس لیے کہ قاضی غیرمعمولی واقعات میں اپنے امام کی تقلید نہیں کرتا بلکہ اپنے اجتہاد سے فیصلے کرتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ (قاضی) شافعی ہو اور امام حنفی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے امام کے اقوال پر احکام نافذ کرے۔"(۴۵)

ماوردی کے مطابق اگر حنفی یا شافعی امام' قاضی کے تقرر کے وقت قاضی پر یہ شرط لگائے کہ وہ صرف حنفی یا شافعی مذہب پر فیصلے کرے تو یہ شرط باطل ہے۔(۴۶)

ایک ہی نوعیت کے دو مقدمات کے متضاد فیصلے

ماوردی کے بقول اگر قاضی نے کسی مقدمہ کا کوئی فیصلہ کیا پھر اسی طرح کا دوسرا مقدمہ پیش ہونے سے قبل اس پہلے فیصلے کے خلاف اجتہاد ثابت ہوجائے تو قاضی کے لیے جائز ہے کہ اب اجتہاد کے مطابق فیصلہ کرے۔

اس بارے میں ماوردی حضرت عمرؓ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک سال مشترکہ کے متعلق تشریک کو قائم رکھ کر فیصلہ کیا اور ایک دوسرے سال تشریک کو چھوڑ دیا۔ عرض کیا گیا "یہ کیا؟ پہلے تو آپ نے یہ فیصلہ کیا تھا۔" فرمایا "ہاں تب وہ فیصلہ صحیح تھا اور اب یہ فیصلہ صحیح ہے۔"(۴۷)

ایک شہر میں دو قاضی

ایک شہر میں دو قاضیوں کا تقرر جائز ہے۔ ایسے تقرر کی تین صورتیں ہوں گی۔

۱۔ دونوں کو شہر کا جدا جدا حصہ تفویض کردیا جائے۔

۲۔ ایک کو مقدمات دیوان کے لیے اور دوسرے کو مقدمات نکاح (وغیرہ) کے لیے مقرر کیا جائے۔

۳۔ دونوں کو پورے شہر کی قضاء تمام مقدمات طے کرنے کے لیے تفویض کی جائے۔ اس بارے میں اگر ایک فریق اپنا مقدمہ ایک قاضی کے پاس اور دوسرا فریق یہی مقدمہ دوسرے قاضی کے پاس لے جانا چاہے تو جو قاضی ان کے قریب تر ہو اس کے پاس وہ اپنا

مقدمہ لے جائیں۔ اگر دونوں قاضیوں کا فاصلہ برابر ہو تو پھر یا تو قرعہ اندازی کرلیں یا جب تک کسی ایک قاضی پر دونوں فریق متفق نہ ہوں' مقدمہ کسی کے پاس بھی نہ لے جائیں یعنی انتظار کریں۔ (۴۸)

عہدہ قضاء کی خواہش رکھنا

ماوردی کے مطابق عہدہ قضاء کی خواہش اور اس کی تحریک غیر مجتہد کی طرف سے ناجائز ہے۔ طلب نے اسے غیر معتبر بھی کردیا۔ البتہ مجتہد کی طرف سے اس عہدہ کی خواہش صرف اس صورت میں جائز ہوگی جب حکومت کرنے والا ظالم یا ناقص العقل ہو اور مجتہد اس کے ظلم کو زائل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (۴۹)

بلا اذن قضاء

ماوردی کے مطابق امام کے انتقال سے اس کے مقرر کردہ قاضی معزول نہ ہوں گے۔ اگر کسی شہر میں قاضی نہ ہو اور اہل شہر کسی کو قاضی مقرر کرلیں تو امام وقت کے موجود ہونے پر لوگوں کی طرف سے قاضی کا تقرر باطل ہوجائے گا اور اگر امام موجود نہ ہو تو ان کا یہ تقرر صحیح ہو گا۔ (۵۰)

اگر نیا امام مقرر ہوجائے تو قاضی کی قضاء نئے امام کے اذن کے بغیر باقی نہ رہے گی البتہ اس کے پہلے سے کیے ہوئے فیصلے بحال رہیں گے۔ (۵۱)

❖❖❖

حواشی

۱۔ الاصفہانی' راغب' مفردات القرآن۔ مادہ ض رر' ص ۲۹۴

۲۔ ایضاً' ' مادہ ۲۱

۳۔ الرازی' فخرالدین' مفاتیح الغیب' ج ۵' ص ۱۳

۴۔ ابن عربی' احکام القران ج ا' ص ۵۵

۵۔ الحموی' حاشیہ حموی علی الاشباہ والنظائر' ص ۱۱۹

۶۔ مجلتہ الاحکام العدلیہ' مادہ ۲۰

۷۔ ایضاً' مادہ ۲۱

۸۔ القرآن، البقرہ ۲ : ۱۷۳
۹۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن ج ۲، ص ۲۳۱
۱۰۔ القرآن، المائدہ ۵ : ۳
۱۱۔ ابن عابدین، شامی، ج ۵، ص ۳۵۵
۱۲۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج ۱، ص ۱۱۹
۱۳۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ، مادہ ۲۳
۱۴۔ ایضاً مادہ ۳۳
۱۵۔ ابن العماد، شذرات الذہب، ج ۳، ص ۲۸۶
۱۶۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۵
۱۷۔ ایضاً ص ۸
۱۸۔ ایضاً ص ۹
۱۹۔ ایضاً ص ۱۰
۲۰۔ ایضاً ص ۲۱
۲۱۔ ایضاً ص ۳۱
۲۲۔ ایضاً ص ۳۴
۲۳۔ ایضاً ص ۳۷
۲۴۔ ایضاً ص ۳۷
۲۵۔ ایضاً ص ۳۹
۲۶۔ ایضاً ص ۱۳
۲۷۔ ایضاً ص ۱۴۔۱۵
۲۸۔ ایضاً ص ۲۲
۲۹۔ البخاری، صحیح البخاری ج ۲، ص ۶۱۱، کتاب المغازی
۳۰۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۳
۳۱۔ القرآن، طٰہٰ ۲۰ : ۲۹۔۳۲
۳۲۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۴۲
۳۳۔ ایضاً ص ۴۲ ۔ ۴۳
۳۴۔ ایضاً ص ۴۳ .

۳۵۔ ایضاً" ص ۴۴
۳۶۔ ایضاً" ص ۵۲
۳۷۔ ایضاً" ص ۵۴
۳۸۔ ایضاً" ص ۵۴
۳۹۔ ایضاً" ص ۵۹
۴۰۔ ایضاً" ص ۶۳
۴۱۔ ایضاً" ص ۶۸
۴۲۔ ایضاً" ص ۶۹
۴۳۔ ایضاً" ص ۶۹
۴۴۔ ایضاً" ص ۱۱۸
۴۵۔ ایضاً" ص ۱۱۸
۴۶۔ ایضاً" ص ۱۱۸
۴۷۔ ایضاً" ص ۱۲۱
۴۸۔ ایضاً" ص ۱۲۲
۴۹۔ ایضاً" ص ۱۲۲
۵۰۔ ایضاً" ص ۱۳۱
۵۱۔ ایضاً" ص ۱۳۲
۵۲۔ ایضاً" ص ۱۳۵
۵۳۔ ایضاً" ص ۱۳۵

مراجع

۱۔ القرآن الحکیم
۲۔ ابن عابدین، شامی "مجموعہ رسائل" سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۰ء، ۱۴۰۰ھ
۳۔ ابن عربی، محی الدین (م ۶۳۸ھ) "تفسیر القرآن الکریم" انتشارات ناصر خسرو، تہران۔
۴۔ ابن العماد، عبدالحی، ابو الفلاح (م ۱۰۸۹ھ) "شذرات الذہب فی اخبار من ذہب" منشورات الشریف الرضی، قم

۵۔ ابن نجیم' زین الدین بن ابراہیم بن نجیم (م ۹۷۰ھ) "الاشباہ و النظائر مع شرح حموی" ادارۃ القرآن' کراچی۔

۶۔ الاصفہانی' راغب "مفردات الفاظ القرآن" المکتبہ المرتضویہ

۷۔ البخاری' محمد بن اسمٰعیل (م ۲۵۶ھ) "صحیح البخاری" نور محمد کارخانہ تجارت کتاب' کراچی ۱۳۸۱ھ

۸۔ الحموی' احمد بن محمد "غمز عیون البصائر حاشیہ علی الاشباہ و النظائر لابن نجیم" ادارۃ القرآن' کراچی۔

۹۔ الفخرالرازی' محمد بن عمر التیمی (م ۶۰۶ھ) "التفسیر الکبیر" شرکت صحافی نوین' تہران

۱۰۔ القرطبی' محمد بن احمد' الانصاری "الجامع لاحکام القرآن" انتشارات ناصر خسرو' تہران ۱۳۸۷ھ

۱۱۔ لجنۃ من العلماء المحققین "مجلۃ الاحکام العدلیہ" نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی۔

۱۲۔ الماوردی' ابوالحسن علی بن محمد (م ۴۵۰ھ) "الاحکام السلطانیہ اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم" قانونی کتب خانہ' لاہور۔